«۱۶۳»

جو خدا تعالیٰ کی ساری امانتیں اس کو واپس دینے والا ہو۔ اس آیت میں ان نادان موحدوں کا رد ہے جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسرے انبیاء پر فضیلت کلی ثابت نہیں اور ضعیف حدیثوں کو پیش کر کے کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ مجھ کو یونس بن متّٰی سے بھی زیادہ فضیلت دی جائے۔ یہ نادان نہیں سمجھتے کہ اگر وہ حدیث صحیح بھی ہو تب بھی وہ بطور انکسار اور تذلل ہے جو ہمیشہ ہمارے سید صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی ہر ایک بات کا ایک موقع اور محل ہوتا ہے اگر کوئی صالح اپنے خط میں احقر عباد اللہ لکھے تو اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ یہ شخص درحقیقت تمام دنیا یہاں تک کہ بت پرستوں اور تمام فاسقوں سے بدتر ہے اور خود اقرار کرتا ہے کہ وہ احقر عباد اللہ ہے کس قدر نادانی اور شرارت نفس ہے۔

[illegible]

غور سے دیکھنا چاہیئے کہ جس حالت میں اللہ جلّ شانہٗ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

تیز ہوں اور باخاصیت قوت اور احراق میرے اندر ہے اور اندھیرے میں قائم مقام آفتاب ہوں اسی طرح زمین کی ہر ایک چیز بزبان حال اپنی ثنا کر رہی ہے مثلاً سنا کہتی ہے کہ میں دوسرے درجہ کے آخری حصہ میں گرم اور اول درجہ میں خشک اور بلغم اور سوداء اور صفراء اور اخلاط سوختہ کا مسہل ہوں اور دماغ کی منقی ہوں۔ اور صرع اور شقیقہ اور جنون اور صداع کہنہ و درد پہلو و ضیق النفس و قولنج و عرق النساء و نقرس و تشنج عضل و داء الثعلب و داء الحیہ اور حکہ اور جرب اور بثور اور اوجاع مفاصل بلغمی و صفراوی مخلوط باہم اور تمام امراض سوداوی کو نافع ہوں اور ریوند بول رہی ہے کہ میں مرکب القویٰ ہوں اور دوسرے درجہ کی پہلے مرتبہ میں گرم اور خشک ہوں اور یا امرض جزو بھی بوجہ شدت تحلیل ہوں اور رطوبات فضلیہ

اور کامل ادراک کیا جائے گا جب کہ وہ ایک فاعل کے اصل منشاء کے موافق جلد یا دیر کے ساتھ جیسا کہ منشاء ہو ظہور میں آوے مثلاً چلنے میں کامل قدرت اس شخص کی نہیں کہہ سکتے کہ جلد جلد وہ

حضرت صاحب نے یہاں احادیث کو اس سے بڑھ کر کوئی مرتبہ نہیں
دیا کہ وہ تاریخی۔ اخلاقی اور امور فقہ کو کھول کر بیان کرتی ہیں اور بس۔

۸۔ حضرت صاحب کلام اللہ اور کلام الرسول کے باہمی نسبت کے بارہ
میں فرماتے ہیں کہ۔

خدا کے قول سے قول بشر کیونکر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے

پس کوئی حدیث جو کلام البشر ہے۔ حضرت صاحب کے وحی اور الہام کو جو

کلام خدا ہے رد نہیں کر سکتی اور نہ اس پر حکم اور قاضی ہو سکتی ہے۔

مخالفین پر حجت پوری کی ہے☆۔ اسی طرح مَیں چاہتا ہوں کہ آیت لو تقوّل کے متعلق بھی حجت پوری ہو جائے۔ اسی جہت سے مَیں نے اس اشتہار کو پانسو روپیہ کے انعام کے ساتھ شائع کیا ہے اور اگر تسلی نہ ہو تو میں یہ روپیہ کسی سرکاری بنک میں جمع کرا سکتا ہوں۔ اگر ﴿۱۰﴾ حافظ محمد یوسف صاحب اور اُن کے دوسرے ہم مشرب جن کے نام میں نے اس اشتہار میں لکھے ہیں اپنے اس دعویٰ میں صادق ہیں یعنی اگر یہ بات صحیح ہے کہ کوئی شخص نبی یا رسول اور مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کر کے اور کھلے کھلے طور پر خدا کے نام پر کلمات لوگوں کو سُنا کر پھر باوجود مفتری ہونے کے برابر تیئیس برس تک جو زمانہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے زندہ رہا ہے تو میں ایسی نظیر پیش کرنے والے کو بعد اس کے کہ مجھے میرے ثبوت کے موافق یا قرآن کے ثبوت کے موافق ثبوت دے دے پانسو روپیہ نقد دے دوں گا۔ اور اگر ایسے لوگ کئی ہوں تو ان کا اختیار ہوگا کہ وہ روپیہ باہم تقسیم کر لیں۔ اس اشتہار کے نکلنے کی تاریخ سے پندرہ روز تک اُن کو مہلت ہے کہ دنیا میں تلاش کر کے ایسی

☆ اس زمانہ کے بعض نادان کئی دفعہ شکست کھا کر پھر مجھ سے حدیثوں کی رو سے بحث کرنا چاہتے ہیں یا بحث کرانے کے خواہشمند ہوتے ہیں مگر افسوس کہ نہیں جانتے کہ جس حالت میں وہ اپنی چند ایسی حدیثوں کو چھوڑنا نہیں چاہتے جو محض ظنیات کا ذخیرہ اور مجروح اور مخدوش ہیں اور نیز مخالف اُن کے اور حدیثیں بھی ہیں اور قرآن بھی ان حدیثوں کو جھوٹی ٹھہراتا ہے تو پھر میں ایسے روشن ثبوت کو کیونکر چھوڑ سکتا ہوں جس کی ایک طرف قرآن شریف تائید کرتا ہے اور ایک طرف اس کی سچائی کی ﴿۱۰﴾ احادیث صحیحہ گواہ ہیں اور ایک طرف خدا کا وہ کلام گواہ ہے جو مجھ پر نازل ہوتا ہے اور ایک طرف پہلی کتابیں گواہ ہیں اور ایک طرف عقل گواہ ہے۔ اور ایک طرف وہ صدہا نشان گواہ ہیں جو میرے ہاتھ سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ پس حدیثوں کی بحث طریق تصفیہ نہیں ہے۔ خدا نے مجھے اطلاع دے دی ہے کہ یہ تمام حدیثیں جو پیش کرتے ہیں تحریف معنوی یا لفظی میں آلودہ ہیں اور یا سرے سے موضوع ہیں۔ اور جو شخص حکم ہو کر آیا ہے اس کا اختیار ہے کہ حدیثوں کے ذخیرہ میں سے جس انبار کو چاہے خدا سے علم پا کر قبول کرے اور جس ڈھیر کو چاہے خدا سے علم پا کر رد کرے۔ منہ

خزائن جلد ۱۷، ص ۵۱ ضمیمہ تحفہ گولڑویہ

صحابہ رضی اللہ عنہم کی نسبت مخالفین کو ہر یک افترا کی گنجائش ہوگی اور ہم دشمنوں کو بے جا حملہ کرنے کا بہت سا موقعہ دیں گے اور ہمیں ماننا پڑے گا کہ جو کچھ ان احادیث کے ذریعہ سے واقعات اور سوانح دریافت ہوتے ہیں وہ سب ہیچ اور کالعدم ہیں یہاں تک کہ صحابہ کے نام بھی یقینی طور پر ثابت نہیں۔ غرض ایسا خیال کرنا کہ احادیث کے ذریعہ سے کوئی یقینی اور قطعی صداقت ہمیں مل ہی نہیں سکتی گویا اسلام کا بہت سا حصہ اپنے ہاتھ سے نابود کرنا ہے بلکہ اصل اور صحیح امر یہ ہے کہ جو کچھ احادیث کے ذریعہ سے بیان ہوا ہے جب تک صحیح اور صاف لفظوں میں قرآن اُس کا معارض نہ ہو تب تک اس کو قبول کرنا لازم ہے کیونکہ یہ بات مسلّم ہے کہ طبعی امر انسان کیلئے راست گوئی ہے اور انسان جُھوٹ کو محض کسی مجبوری کی وجہ سے اختیار کرتا ہے کیونکہ وہ اُس کے لئے ایک غیر طبعی ہے۔ پھر ایسی احادیث جو تعامل اعتقادی یا عملی میں آ کر اسلام کے مختلف گروہوں کا ایک شعار ﴿۵﴾

ٹھہر گئی تھیں انکی قطعیت اور تواتر کی نسبت کلام کرنا تو درحقیقت جنون اور دیوانگی کا ایک شعبہ ہے مثلاً آج اگر کوئی شخص یہ بحث کرے کہ یہ پنج نمازیں جو مسلمان پنج وقت ادا کرتے ہیں ان کی رکعات کی تعداد ایک شکّی امر ہے کیونکہ مثلاً قرآن کریم کی کسی آیت میں یہ مذکور نہیں کہ تم صبح کی دو رکعت پڑھا کرو اور پھر جمعہ کی دو اور عیدین کی بھی دو دو۔ رہی احادیث تو وہ اکثر احاد ہیں جو مفید یقین نہیں تو کیا ایسی بحث کرنے والا حق پر ہوگا۔ اگر احادیث کی نسبت ایسی ہی رائیں قبول کی جائیں تو سب سے پہلے نماز ہی ہاتھ سے جاتی ہے کیونکہ قرآن نے تو نماز پڑھنے کا کوئی نقشہ کھینچ کر نہیں دکھلایا صرف یہ نمازیں احادیث کی صحت کے بھروسہ پر پڑھی جاتی ہیں اب اگر مخالف یہی اعتراض کرے کہ قرآن نے نماز کا طریق نہیں سکھلایا اور جس طریق کو مسلمانوں نے اختیار کر رکھا ہے وہ مرُدود ہے کیونکہ احادیث قابل اعتبار نہیں تو ہم ایسے اصول پر آپ ہی پابند ہونے سے کہ بے شک احادیث کچھ بھی چیز نہیں اس اعتراض کا کیا جواب دے سکتے ہیں بجز اسکے کہ اعتراض کو قبول کرلیں بلکہ اِس صورت میں اسلام کی نماز جنازہ بھی بالکل بیہودہ ہوگی کیونکہ قرآن میں اِس بات کا کہیں ذکر نہیں کہ کوئی ایسی نماز بھی ہے کہ جس میں سجدہ اور رکوع نہیں۔ اب سوچ کر دیکھ لو کہ احادیث کے چھوڑنے سے اسلام کا کیا باقی رہ جاتا ہے۔

اور خود یہ بات قلت تدبر کا نتیجہ ہے کہ ایسا خیال کرلیا جائے کہ احادیث کا ماحصل صرف اسقدر ہے کہ محض ایک یا دو آدمی کے بیان کو معتبر سمجھ کے اُس کی روایت کو قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ﴿۶﴾

الْيَقِيْنِ وَرَدَ مِنَ الْحَضْرَةِ الْاِلٰهِيَّةِ (مواہب الرحمن صفحہ ۹) یعنی
قرآن کریم سب چیزوں پر مقدم ہے بشرطیکہ وہ حکم کی وحی قرآن کریم سے بکلی مطابق ہو اور حکم کی وحی تمام ظنی
احادیث پر مقدم ہے پس جو شخص الامام الموعود کی وحی کو قبول نہ کرے اور اس کو
روایات غیر محسوسہ و مشہودہ کے لیئے ترک کرے وہ ضلال مبین میں مبتلا
ہے اور جاہلیت کی موت مرا۔ کیونکہ اُس نے ایک ظنی چیز کو (جو احادیث
ہیں) یقینی امر پر (جو وحی الٰہی ہے) مقدم کرلیا ہے لہٰذا حضرت باری
تعالیٰ کی درگاہ سے رد کیا گیا۔

استدلال
یہاں حضرت صاحب نے قرآن کریم کے بعد اپنی وحی کو احادیث
پر مقدم کیا ہے کیونکہ وحی کلام اللہ اور احادیث کلام بشر ہے
وحی یقینی اور قطعی کلام ہے اور احادیث ظن کا مرتبہ رکھتی ہیں نہ یقین
کا۔ وحی کا متکلم خود خدا تعالیٰ ہے اور جو الفاظ اور خطاب ہیں وحی میں
جو براہ راست حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے سنے۔ مگر
احادیث بشر کا کلام ہے جس کے الفاظ اور خطاب یقینی طور پر وحی نہیں
راویوں سے سن کر صحیح بخاری اور مسلم وغیرہ کے جمع کرنے والوں نے لکھے ہیں
جو ظن کے مرتبہ پر ہیں۔ پس اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا۔

(۲)۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی وحی کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ یہی
وحدہ لاشریک خدا کا کلام ہے جس کا کلام قرآن شریف ہے۔ میں
اس جگہ توریت اور انجیل کا نام نہیں لیتا۔ کیونکہ توریت اور انجیل تحریف کرنے
والوں کے ہاتھوں سے اس قدر محرف مبدل ہوگئی ہیں کہ اب ان کتابوں کو
خدا کا کلام نہیں کہہ سکتے۔ غرض وہ خدا کی وحی جو میرے پر نازل
ہوئی ایسی یقینی اور قطعی ہے کہ جس کے ذریعہ سے میں نے خدا کو پایا۔
اور وہ وحی نہ صرف آسمانی نشانوں کے ذریعہ مرتبہ حق الیقین تک پہنچی
بلکہ ہر ایک حصہ اس کا جب خدا تعالیٰ کے کلام قرآن شریف پر پیش

ایمان نہیں بڑھتا جتنا کوئی مضمون لکھتے وقت بڑھتا ہے کوئی ایک بات اور کوئی ایک علم بھی ایسا نہیں
جس کا گر حضرت مسیح موعود کی کتب میں درج نہ ہو۔ پس خدا تعالیٰ کی طرف سے جو انبیاء آتے ہیں۔
ہمارا کام یہ ہے کہ ان کی تعلیم کو پھیلائیں۔ ان کی تعلیم سے ایک قدم ادھر ادھر ہونا کفر ہے۔ اس
سے بچنا چاہیئے اور اپنے آپ کو خدا تعالیٰ سے مقدم نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ انبیاء کو خدا بھیجتا
ہے۔ اور ہمارے خیالات ہمارے اپنے ہوتے ہیں۔

پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جب کوئی نبی آجائے تو پہلے نبی کا علم بھی اسی کے ذریعہ ملتا ہے۔
یوں اپنے طور پر نہیں مل سکتا اور ہر بعد میں آنے والا نبی پہلے نبی کے لئے بمنزلہ سوراخ کے ہوتا
ہے۔ پہلے نبی کے آگے دیوار کھینچ دی جاتی ہے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ سوائے آنے والے نبی کے
ذریعہ دیکھنے کے۔ یہی وجہ ہے کہ اب کوئی قرآن نہیں۔ سوائے اس قرآن کے جو حضرت مسیح
موعود نے پیش کیا اور کوئی حدیث نہیں سوائے اس حدیث کے جو حضرت مسیح موعود کی روشنی میں
نظر آئے۔ اور کوئی نبی نہیں سوائے اس کے جو حضرت مسیح موعود کی روشنی میں دکھائی دے اسی
طرح رسول کریم صلی اللہ وسلم کا وجود اسی ذریعہ سے نظر آئے گا کہ حضرت مسیح موعود کی روشنی میں

دیکھا جائے۔ اگر کوئی چاہے کہ آپ سے علیحدہ ہو کر کچھ دیکھ سکے تو اسے کچھ نظر نہ آئے گا۔ ایسی
صورت میں اگر کوئی قرآن کو بھی دیکھے گا تو وہ اس کے لئے **یھدی من یشاء** والا قرآن نہ ہو گا۔ بلکہ
یضل من یشاء والا قرآن ہو گا۔ جیسا کہ مولویوں کے لئے ہو رہا ہے۔ لیکن جب حضرت مسیح
موعود کے بتائے ہوئے معانی اور گروں کے ذریعہ دیکھے گا۔ تو قرآن کو بالکل نئی کتاب پائے گا۔ جو
عقل کو صاف کرنے والی روحانیت کو تیز کرنے والی اور خدا تعالیٰ کا جلال دکھانے والی ہو گی۔ وجہ یہ
کہ جو لوگ خدا کے نبی کی دی ہوئی عینک سے دیکھتے ہیں ان کے مقابلہ میں دنیا کے علوم حیض کے
چیتھڑوں سے بھی کم حیثیت رکھتے ہیں۔ اسی طرح اگر حدیثوں کو اپنے طور پر پڑھیں گے۔ تو وہ
مداری کے پٹارے سے زیادہ وقعت نہ رکھیں گے۔ حضرت مسیح موعود فرمایا کرتے تھے کہ

حدیثوں کی کتابوں کی مثال تو مداری کے پٹارے کی ہے۔ جس طرح مداری جو چاہتا ہے اس
میں سے نکال لیتا ہے۔ اسی طرح ان سے جو چاہو نکال لو۔ فی الواقعہ یہ صحیح بات ہے اور یہ نبی کا ہی
کام ہے کہ بتائے کونسی ایسی حدیث ہے۔ جو دست برد کا نتیجہ ہے اور کونسی محمد صلی اللہ علیہ و آلہ
وسلم کا سچا کلام ہے۔ اسی طرح دیکھنے سے معلوم ہوا گا کہ احادیث علوم کو بڑھانے والی اور روحانیت
کا رستہ دکھانے والی ہیں اور اگر اس سے علیحدہ ہو کر دیکھیں گے تو مجموعہ تضاد ہو گا۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام سے جدا ہو کر کوئی علم نہیں ہے اور انبیاء کی جماعتوں
کا کام یہ نہیں ہوتا کہ نئے نئے مسئلے نکالیں۔ بلکہ یہ ہوتا ہے کہ جو تعلیم نبی دے گیا اسے پھیلائیں۔
حضرت مسیح موعود' امام ابو حنیفہ' امام شافعی' امام حنبل' امام مالک نہیں ہیں کہ ان کی طرح لوگوں
نے آپ کو امام بنایا۔ آپ کو خدا نے امام بنایا ہے اور آپ کے مقابلہ میں کوئی آواز بلند نہیں کی جا
سکتی۔ کوئی یہ تو کہہ سکتا ہے کہ امام ابو حنیفہ یوں کہتے ہیں اور میں یوں کہتا ہوں کوئی یہ بھی کہہ سکتا

لکھی گئی ہیں۔ اور غالباً اکثر ان میں سے صحیح ہونگی لیکن کیونکر ہم اسبات پر حلف اٹھا سکتے ہیں کہ بلاشبہ وہ ساری حدیثیں صحیح ہیں۔ جبکہ وہ صرف ظنی طور پر صحیح ہیں۔ نہ یقینی طور پر۔ تو پھر یقینی طور پر انکا صحیح ہونا کیونکر مان سکتے ہیں۔ ص ۱۲

۴۔ الغرض میرا مذہب یہی ہے کہ بخاری اور مسلم کی حدیثیں ظنی طور پر صحیح ہیں۔ ص ۱۲۔

۵۔ آخر بخاری اور مسلم پر وحی تو نازل نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ جس طریق سے انہوں نے حدیثوں کو جمع کیا ہے۔ اس طریق پر نظر ڈالنے سے ہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ بلاشبہ وہ طریق ظنی ہے۔ اور انکی نسبت یقین کا ادعاء کرنا ادعا کے باطل ہے۔" ص ۱۳

"۶۔ میں نے سنا ہے کہ بعض تم میں سے بکلی حدیث کو نہیں مانتے اگر وہ ایسا کرتے ہیں۔ تو سخت غلطی کرتے ہیں۔ میں نے یہ تعلیم نہیں دی" کشتی نوح۔ ص ۲۳-۲۴

۷۔ ہاں تیسرا ذریعہ ہدایت کا حدیث ہے۔ کیونکہ بہت سے اسلام کے تاریخی اور اخلاقی اور فقہ کے امور کو حدیثیں کھولکر بیان کرتی ہیں۔ اور نیز بڑا فائدہ حدیث کا یہ ہے کہ وہ قرآن کی خادم اور سنت کی خادم ہے۔"

کشتی نوح [illegible]

حضرت صاحب نے یہاں احادیث کو اس سے بڑھ کر کوئی مرتبہ نہیں دیا کہ وہ تاریخی۔ اخلاقی اور امور فقہ کو کھولکر بیان کرتی ہیں اور بس۔

۸۔ حضرت صاحب کلام اللہ اور کلام الرسول کے باہمی نسبت کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ۔

خدا کے قول سے قول بشر کیونکر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے

پس کوئی حدیث جو کلام البشر ہے۔ حضرت صاحب کے وحی اور الہام کو جو

سمجھتے ہیں یا محض حماقت ہے۔ اور ہم اس کے جواب میں خدا تعالیٰ
کی قسم کھا کر بیان کرتے ہیں کہ میرے اس دعوے کی بنیاد حدیث
نہیں بلکہ قرآن اور وہ وحی ہے جو میرے پر نازل ہوئی
ہاں تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف
کے مطابق ہیں اور میری وحی کے معارض نہیں۔ اور دوسری حدیثوں
کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں اگر حدیثوں کا دنیا میں وجود نہ
ہوتا تب بھی میرے اس دعوے کو کچھ حرج نہ پہنچتا تھا۔ اعجاز احمدی ص۳۰

استدلال یہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کریم اور بعد اسی
کے اپنی وحی کو حجت قرار دیا ہے اور احادیث کو صرف تیسرے درجہ پر
تائیدی گواہ ٹھیرایا ہے۔ اور جو لوگ مولوی ثناء اللہ صاحب کی طرح یہ
کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کے دعوے کی بنیاد احادیث پر ہے اُن کو
حضرت صاحب سادہ لوح یا احمق اور مفتری قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ جبکہ
احادیث کا مرتبہ ظنی ہے تو ظن پر یقینی دعوے کی بنیاد کس طرح قائم
ہو سکتی ہے۔ حضرت صاحب نے یقینی اور قطعی کلام کا مرتبہ صرف
قرآن کریم اور اپنی وحی کو دیا ہے۔ اور احادیث کو ظن کے مرتبہ پر ٹھیرایا
ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ۔

(۴) "اگر نہایت ہی ترقی کریں تو ان حدیثوں کو ظن کا مرتبہ دے سکتے ہیں
اور یہی محدثین کا مذہب ہے اور ظن وہ ہے جس کے ساتھ کذب کا
احتمال لگا ہوا ہے۔ پھر ایمان کی بنیاد محض ظن پر رکھنا اور خدا کے یقینی اور
قطعی کلام کو پس پشت ڈال دینا کونسی عقلمندی اور ایمانداری ہے"۔
اعجاز احمدی صفحہ ۲۸۔

(۵) حضرت صاحب فرماتے کہ "اس لئے مناسب ہے کہ حدیث کے لئے
قرآن کو نہ چھوڑا جائے ورنہ ایمان ہاتھ سے جائے گا اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ
مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا۔ پھر اگر (مسیح موعود یعنی) حَکَم کا فیصلہ بھی نہ مانا جائے
تو پھر وہ حَکَم کس چیز کا"۔ اعجاز احمدی صفحہ ۲۸

وکذب و دیانت وخیانت کے پرکھنے کیلئے بڑی کامل تحقیقات درکار تھی تا ان حدیثوں کو مرتبہ یقین کامل تک پہنچاتی لیکن وہ تحقیقات میسر نہیں آ سکی۔ کیونکہ اگرچہ صحابہ کے حالات روشن تھے۔ اور ان لوگوں کے حالات بھی جنہوں نے ائمہ حدیث تک حدیثوں کو پہنچایا لیکن درمیانی لوگ جن کو نہ صحابہ نے دیکھا تھا اور نہ ائمہ حدیث ان کے اصلی حالات سے پورے اور یقینی طور پر واقف تھے ان کے صادق یا کاذب ہونے کے حالات یقینی اور قطعی طور پر کیونکر معلوم ہو سکتے تھے؟

سو ہر یک منصف اور ایماندار کو یہی مذہب اور عقیدہ رکھنا پڑتا ہے کہ بجز ان حدیثوں کے جو آفتاب سلسلہ تعامل سے منور ہوتی چلی آئی ہیں۔ باقی تمام حدیثیں کسی قدر تاریکی سے پُر ہیں اور ان کی اصلی حالت بیان کرنے کے وقت ایک متقی کی یہ شان نہیں ہونی چاہئے کہ چشم دید یا قطعی الثبوت چیزوں کی طرح ان کی نسبت صحت کا دعویٰ کرے بلکہ گمان صحت رکھ کر **واللّٰہ اعلم** کہہ دیوے اور جو **شخص** ان حدیثوں کی نسبت **واللّٰہ اعلم بالصواب** نہیں کہتا اور احاطۂ تام کا دعویٰ کرتا ہے وہ بلاشبہ **جھوٹا** ہے خداوند کریم ہرگز پسند نہیں کرتا کہ انسان علم تام سے پہلے علم تام کا دعویٰ کرے۔ اسی قدر دعویٰ کرنا چاہئے جس قدر علم حاصل ہو پھر زیادہ اس سے اگر کوئی سوال کرے تو **واللّٰہ اعلم بالصواب** کہہ دیا جائے۔ سو میں آپ کی خدمت میں کھول کر گزارش کرتا ہوں کہ میں حصہ دوم حدیثوں کی نسبت خواہ وہ حدیثیں بخاری کی ہیں یا مسلم کی ہیں ہرگز نہیں کہہ سکتا کہ وہ

[1] **الحجرات:۷**

﴿۳۵﴾ میرے نزدیک قطعی الثبوت ہیں۔ اگر میں ایسا کہوں تو خدا تعالیٰ کو کیا جواب دوں۔ ہاں اگر کوئی ایسی حدیث قرآن کریم سے مخالف نہ ہو تو پھر میں اس کی صحت کاملہ کی نسبت قائل ہو جاؤں گا۔ اور آپ کا یہ فرمانا کہ قرآن کریم کو کیوں محک صحت احادیث ٹھہراتے ہو۔ سو اس کا جواب میں بار بار یہی دوں گا کہ قرآن کریم **مہیمن** اور **امام** اور **میزان** اور **قول فصل** اور **ھادی** ہے۔ اگر اس کو محک نہ ٹھہراؤں تو اور کس کو ٹھہراؤں؟ کیا ہمیں قرآن کریم کے اس مرتبہ پر ایمان نہیں لانا چاہئے جو مرتبہ وہ خود اپنے لئے قرار دیتا ہے؟ دیکھنا چاہئے کہ وہ صاف الفاظ میں بیان فرماتا ہے۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا [1] کیا اس **حبل** سے حدیثیں مراد ہیں؟ پھر جس حالت میں وہ اس **حبل** سے پنجہ مارنے کیلئے تاکید شدید فرماتا ہے تو کیا اس کے یہ معنے نہیں کہ ہم ہر ایک اختلاف کے وقت قرآن کریم کی طرف رجوع کریں؟ اور پھر فرماتا ہے۔ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى [2] یعنی جو شخص میرے فرمودہ سے اعراض کرے اور اس کے مخالف کی طرف مائل ہو تو اس کیلئے تنگ معیشت ہے یعنی وہ حقائق اور معارف سے بے نصیب ہے اور قیامت کو اندھا اٹھایا جائے گا۔ اب ہم اگر ایک حدیث کو صریح قرآن کریم کے مخالف پائیں اور پھر مخالفت کی حالت میں بھی اس کو مان لیں اور اس تخالف کی کچھ بھی پرواہ نہ کریں تو گویا اس بات پر راضی ہو گئے کہ معارف حقہ سے بے نصیب رہیں اور قیامت کو اندھے اٹھائے جائیں۔ پھر ایک جگہ

اشاعۃ السنۃ میں کیا لکھا ہے اور اب کیا کہتے ہیں۔ صاحبِ مَن اقرار کے بعد کوئی قاضی انکار نہیں سُن سکتا۔ آپ تو اقرار کر چکے ہیں کہ اہل کشف اور مکالمات کا مقام بلند ہے اُن کے لئے ضروری نہیں ہے کہ خواہ مخواہ محدّثین کی تنقید کی اطاعت کریں بلکہ محدّثین نے تو مُردوں سے روایت کی ہے اور اہل کشف زندہ حیّ و قیوم سے سنتے ہیں۔ پس آپ کا اُس شخص کی نسبت کیا گمان ہے جس کا نام حکم رکھا گیا ہے۔ کیا یہ مرتبہ اُس کو حاصل نہیں جو آپ دوسروں کے لئے تجویز کرتے ہیں۔

پھر مولوی ثناء اللہ صاحب کہتے ہیں کہ آپ کو مسیح موعود کی پیشگوئی کا خیال کیوں دل میں آیا آخر وہ حدیثوں سے ہی لیا گیا پھر حدیثوں کی اور علامات کیوں قبول نہیں کی جاتیں یہ سادہ لوح یا تو افترا سے ایسا کہتے ہیں اور یا محض حماقت سے اور ہم اِس کے جواب میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر بیان کرتے ہیں کہ میرے اِس دعویٰ کی حدیث بنیاد نہیں بلکہ قرآن اور وہ وحی ہے جو میرے پر نازل ہوئی۔ ہاں تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور میری وحی کے معارض نہیں۔ اور دوسری حدیثوں کو ہم ردّی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔ اگر حدیثوں کا دنیا میں وجود بھی نہ ہوتا تب بھی میرے اِس دعویٰ کو کچھ حرج نہ پہنچتا تھا۔ ہاں خدا نے میری وحی میں جا بجا قرآن کریم کو پیش کیا ہے چنانچہ تم براہین احمدیہ میں دیکھو گے کہ اِس دعویٰ کے متعلق کوئی حدیث بیان نہیں کی گئی۔ جا بجا خدا تعالیٰ نے میری وحی میں قرآن کو پیش کیا ہے۔ ﴿۳۱﴾

مَیں اب خیال کرتا ہوں کہ جو کچھ مولوی ثناء اللہ صاحب نے مباحثہ موضع مُدّ میں فریب دہی کے طور پر اعتراض پیش کئے تھے سب کا کافی جواب ہو چکا ہے۔ ہاں یاد آیا ایک یہ بھی خیال اُنہوں نے پیش کیا تھا کہ جو کسوف خسوف کی حدیث مہدی کے ظہور کی علامت ہے جو دارقطنی اور کتاب اکمال الدین میں موجود ہے۔ اس میں قمر کا خسوف تیرہ تاریخ سے پہلے کسی ایسی تاریخ میں ہوگا جس میں چاند کو قمر کہہ سکتے ہوں۔ پس یاد رہے کہ یہ بھی یہودیوں کی مانند تحریف ہے۔ خدا نے قمر کے خسوف کے لئے اپنی سنّت کے موافق تین راتیں مقرر کر رکھی

مخالفین پر حجت پوری کی ہے☆۔ اسی طرح مَیں چاہتا ہوں کہ آیت لو تقوّل کے متعلق بھی حجت پوری ہو جائے۔ اسی جہت سے مَیں نے اِس اشتہار کو پانسو روپیہ کے انعام کے ساتھ شائع کیا ہے اور اگر تسلی نہ ہو تو میں یہ روپیہ کسی سرکاری بنک میں جمع کرا سکتا ہوں۔ اگر حافظ محمد یوسف صاحب اور اُن کے دوسرے ہم مشرب جن کے نام میں نے اس اشتہار میں لکھے ہیں اپنے اس دعویٰ میں صادق ہیں یعنی اگر یہ بات صحیح ہے کہ کوئی شخص نبی یا رسول اور مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کر کے اور کھلے کھلے طور پر خدا کے نام پر کلمات لوگوں کو سُنا کر پھر باوجود مفتری ہونے کے برابر تیئیس برس تک جو زمانہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے زندہ رہا ہے تو میں ایسی نظیر پیش کرنے والے کو بعد اس کے کہ مجھے میرے ثبوت کے موافق یا قرآن کے ثبوت کے موافق ثبوت دے دے پانسو روپیہ نقد دے دوں گا۔ اور اگر ایسے لوگ کئی ہوں تو ان کا اختیار ہوگا کہ وہ روپیہ باہم تقسیم کر لیں۔ اس اشتہار کے نکلنے کی تاریخ سے پندرہ روز تک اُن کو مہلت ہے کہ دنیا میں تلاش کر کے ایسی

{۱۰}

☆ اس زمانہ کے بعض نادان کئی دفعہ شکست کھا کر پھر مجھ سے حدیثوں کی رو سے بحث کرنا چاہتے ہیں یا بحث کرانے کے خواہشمند ہوتے ہیں مگر افسوس کہ نہیں جانتے کہ جس حالت میں وہ اپنی چند ایسی حدیثوں کو چھوڑنا نہیں چاہتے جو محض ظنیات کا ذخیرہ اور مجروح اور مخدوش ہیں اور نیز مخالف اُن کے اور حدیثیں بھی ہیں اور قرآن بھی ان حدیثوں کو جھوٹی ٹھہراتا ہے تو پھر میں ایسے روشن ثبوت کو کیونکر چھوڑ سکتا ہوں جس کی ایک طرف قرآن شریف تائید کرتا ہے اور ایک طرف اس کی سچائی کی احادیث صحیحہ گواہ ہیں اور ایک طرف خدا کا وہ کلام گواہ ہے جو مجھ پر نازل ہوتا ہے اور ایک طرف پہلی کتابیں گواہ ہیں اور ایک طرف عقل گواہ ہے۔ اور ایک طرف وہ صدہا نشان گواہ ہیں جو میرے ہاتھ سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ پس حدیثوں کی بحث طریق تصفیہ نہیں ہے۔ خدا نے مجھے اطلاع دے دی ہے کہ یہ تمام حدیثیں جو پیش کرتے ہیں تحریف معنوی یا لفظی میں آلودہ ہیں اور یا سرے سے موضوع ہیں۔ اور جو شخص حَکَم ہو کر آیا ہے اس کا اختیار ہے کہ حدیثوں کے ذخیرہ میں سے جس انبار کو چاہے خدا سے علم پا کر قبول کرے اور جس ڈھیر کو چاہے خدا سے علم پا کر ردّ کرے۔ منہ

{۱۰}

خطبات محمود جلد 8 صفحہ 456، 457

4 جولائی 1924

سے بچنا چاہئے اور اپنے آپ کو خدا تعالیٰ سے مقدم نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ انبیاء کو خدا بھیجتا ہے۔ اور ہمارے خیالات ہمارے اپنے ہوتے ہیں۔

پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ جب کوئی نبی آجائے تو پہلے نبی کا علم بھی اسی کے ذریعہ ملتا ہے۔ یوں اپنے طور پر نہیں مل سکتا اور ہر بعد میں آنے والا نبی پہلے نبی کے لئے بمنزلہ سوراخ کے ہوتا ہے۔ پہلے نبی کے آگے دیوار کھینچ دی جاتی ہے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ سوائے آنے والے نبی کے ذریعہ دیکھنے کے۔ یہی وجہ ہے کہ اب کوئی قرآن نہیں۔ سوائے اس قرآن کے جو حضرت مسیح موعود نے پیش کیا اور کوئی حدیث نہیں سوائے اس حدیث کے جو حضرت مسیح موعود کی روشنی میں نظر آئے۔ اور کوئی نبی نہیں سوائے اس کے جو حضرت مسیح موعود کی روشنی میں دکھائی دے اسی طرح رسول کریم صلی اللہ وسلم کا وجود اسی ذریعہ سے نظر آئے گا کہ حضرت مسیح موعود کی روشنی میں

دیکھا جائے۔ اگر کوئی چاہے کہ آپ سے علیحدہ ہو کر کچھ دیکھ سکے تو اسے کچھ نظر نہ آئے گا۔ ایسی صورت میں اگر کوئی قرآن کو بھی دیکھے گا تو وہ اس کے لئے **یھدی من یشاء** والا قرآن نہ ہو گا۔ بلکہ **یضل من یشاء** والا قرآن ہو گا۔ جیسا کہ مولویوں کے لئے ہو رہا ہے۔ لیکن جب حضرت مسیح موعود کے بتائے ہوئے معانی اور گروں کے ذریعہ دیکھے گا۔ تو قرآن کو بالکل نئی کتاب پائے گا۔ جو عقل کو صاف کرنے والی روحانیت کو تیز کرنے والی اور خدا تعالیٰ کا جلال دکھانے والی ہو گی۔ وجہ یہ کہ جو لوگ خدا کے نبی کی دی ہوئی عینک سے دیکھتے ہیں ان کے مقابلہ میں دنیا کے علوم حیض کے چیتھڑوں سے بھی کم حیثیت رکھتے ہیں۔ اسی طرح اگر حدیثوں کو اپنے طور پر پڑھیں گے۔ تو وہ مداری کے پٹارے سے زیادہ وقعت نہ رکھیں گے۔ حضرت مسیح موعود فرمایا کرتے تھے کہ

حدیثوں کی کتابوں کی مثال تو مداری کے پٹارے کی ہے۔ جس طرح مداری جو چاہتا ہے اس میں سے نکال لیتا ہے۔ اسی طرح ان سے جو چاہو نکال لو۔ فی الواقعہ یہ صحیح بات ہے اور یہ نبی کا ہی کام ہے کہ بتائے کونسی ایسی حدیث ہے۔ جو دست برد کا نتیجہ ہے اور کونسی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سچا کلام ہے۔ اسی طرح

ہو سا اور قرآن کریم کے علوم آپ سے زیادہ ہم پر کھولے جائیں جو آگے
کچھ مل سکتا ہے تو فرع کے طور پر مل سکتا ہے۔ اس لئے جو کچھ مسیح موعود کو
ہی ملیگا۔ اور کوئی ایک بھی بات ایسی نہیں جس کو مسیح ہم کو دے
پھر ہم کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ ایک انسان کو خدا تعالیٰ نے دنیا کی اصلاح
کے لئے بھیجا۔ مگر یہ بھول گیا کہ لوگوں کو اس وقت کس کس بات کی ضرورت
ہے۔ وہ میں اس نبی کو بتا دوں۔ یہ غلط ہے۔ فرع ہمارے ساتھ
تعلق رکھتے ہیں۔ اور اصول حضرت مسیح موعود نے ہی بیان کئے
ہیں۔ چنانچہ آپ نے کہا بھی ہے کہ

نبی بیج بونے کے لئے آتا ہے

آگے درخت کا اُگنا، پھل پھول پیدا ہونا بعد میں ہوتا ہے۔ اس
درخت کو بھی پھل لگیں گے۔ اور وہ پھیلیگا جس کا بیج حضرت مسیح موعود
نے ڈالا ہے۔ وہ بچہ کر ہو سکتا ہے۔ ایک جاہل کہے۔ بیج کی کوئی
حقیقت نہیں اصل درخت ہی ہے۔ لیکن کسی ہوشمند کے منہ سے
یہ بات نہیں نکل سکتی ہے۔ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ ہمارا درس کوئی
سنے۔ اور

حقائق اور معارف

سنکر کہدے کہ یہ حضرت مسیح موعود سے بڑھ گیا۔ مگر عقلمند یہ دیکھیگا
کہ ان سب باتوں کا بیج حضرت مسیح موعود نے رکھا ہے۔ ورنہ حضرت مسیح
موعود سے پہلے بھی یہی قرآن موجود تھا۔ اسوقت اس سے معارف کیوں
نہ نکلتے تھے۔ پس حضرت مسیح موعود کی تعلیم جس بات کی تصدیق کریگی
وہ صحیح ہوگی۔ اور جسے آپ کی تعلیم رد کر دیگی۔ وہ غلط ہوگی۔ اور
اس کی قیمت ایک پیسہ بھی نہ ہوگی۔ بلکہ وہ مصیبت ہوگی۔ اور

ایمان کے لئے کیڑا

ہے۔ یہ خیال کہ نبی پر وہ علوم نہیں کھلے۔ جو ہم پر کھلے ہیں
کبر اور عجب پر دلالت کرتا ہے۔ اور یہ ایمان کو تباہ کر دیتا
ہے۔ مجھے کبھی حضرت مسیح موعود کی کتابوں پر اتنا ایمان نہیں بڑھتا
جتنا کوئی مضمون لکھتے وقت بڑھتا ہے۔ کوئی ایک بات اور
کوئی ایک علم بھی ایسا نہیں۔ جس کا

حضرت مسیح موعود کی کتب میں

بیج نہ ہو۔ پس خدا تعالیٰ کی طرف سے جو انبیاء آتے ہیں ہمارا کام
یہی ہے کہ انکی تعلیم کو پھیلائیں۔ انکی تعلیم سے ایک قدم ادھر ادھر ہونا
کفر ہے۔ اس سے بچنا چاہیئے۔ اور اپنے آپ کو خدا تعالیٰ سے
مقدم نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ انبیاء کو خدا بھیجتا ہے۔ اور
ہمارے خیالات ہمارے اپنے ہوتے ہیں۔
پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جب کوئی نبی آ جائے تو

پہلے نبی کا علم

بھی اسی کے ذریعہ ملتا ہے۔ یوں اپنے طور پر نہیں مل سکتا۔ اور
ہر بعد میں آنیوالا نبی پہلے نبی کے لئے بمنزلہ سوراخ کے ہوتا
ہے۔ پہلے نبی کے آگے دیوار کھینچ دی جاتی ہے۔ اور کچھ نظر
نہیں آتا۔ سوائے آنیوالے نبی کے ذریعہ دیکھنے کے۔ یہی وجہ ہے
کہ اب کوئی قرآن نہیں۔ سوائے اس قرآن کے جو حضرت مسیح موعود
نے پیش کیا۔ اور کوئی حدیث نہیں سوائے اس حدیث کے
جو حضرت مسیح موعود کی روشنی میں نظر آئے۔ اور کوئی نبی نہیں
سوائے اس کے جو حضرت مسیح موعود کی روشنی میں دکھائی دے
اسی طرح

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود

اسی ذریعہ سے نظر آئیگا کہ حضرت مسیح موعود کی روشنی میں دیکھا
جائے۔ اگر کوئی چاہے کہ آپ سے علیحدہ ہو کر کچھ دیکھ سکے۔ تو
اسے کچھ نظر نہ آئے گا۔ ایسی صورت میں اگر کوئی قرآن کو بھی
دیکھیگا۔ تو وہ اس کیلئے یھدی من یشاء والا قرآن نہ
ہوگا۔ بلکہ یضل من یشاء والا قرآن ہوگا جیسا کہ مولویوں
کیلئے ہو رہا ہے۔ لیکن جب حضرت مسیح موعود کے بتائے ہوئے
معانی اور گُروں کے ذریعہ دیکھیگا۔ تو قرآن کو بالکل نئی کتاب
پائیگا۔ جو عقل کو صاف کرنے والی۔ روحانیت کو تیز کرنیوالی
اور خدا تعالیٰ کا جلال دکھانیوالی ہوگی۔ وجہ یہ کہ جو لوگ
خدا کے نبی کی دی ہوئی عینک سے دیکھتے ہیں۔ ان کے مقابلہ
میں دنیا کے علوم محض کے ماہروں سے بھی کم حیثیت رکھتے ہیں
اسی طرح اگر حدیثوں کو [illegible]
کے پیمانے سے زیادہ وقعت نہ رکھیں گی۔ حضرت مسیح موعود فرمایا
کرتے تھے

حدیثوں کی کتابوں کی مثال

تو مداری کے پٹارے کی ہے۔ جس طرح مداری جو چاہتا
ہے۔ اس میں سے نکال لیتا ہے۔ اسی طرح ان سے جو چاہو
نکال لو۔ فی الواقعہ یہ صحیح بات ہے۔ اور یہ نبی کا ہی کام
ہے۔ کہ بتائے کونسی ایسی حدیث ہے۔ جو دست برد کا
نتیجہ ہے۔ اور کونسی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سچا
کلام ہے۔ اسی طرح دیکھنے سے معلوم ہوگا۔ کہ
احادیث علوم کو بڑھانے والی اور روحانیت کا رستہ
دکھانے والی ہیں۔ اور اگر اس سے علیحدہ ہو کر دیکھیں گے
تو مجموعہ تضاد ہوگا۔
پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جدا
ہو کر کوئی علم نہیں ہے۔ اور

انبیاء کی جماعتوں کا کام

یہ نہیں ہوتا کہ نئے نئے مسئلے نکالیں۔ بلکہ یہ ہوتا ہے
کہ جو تعلیم نبی دے گیا۔ اُسے پھیلائیں۔ حضرت مسیح موعود کے
امام ابو حنیفہ رح۔ امام شافعی رح۔ امام حنبل رح۔ امام مالک رح نہیں
ہیں کہ انکی طرح لوگوں نے آپ کو امام بنایا۔ آپ کو

خدا نے امام بنایا

ہے۔ اور آپ کے مقابلہ میں کوئی آواز بلند نہیں کی جا سکتی کوئی
یہ تو کہہ سکتا ہے کہ امام ابو حنیفہ رح یوں کہتے ہیں۔ اور میں یوں
کہتا ہوں۔ کوئی یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ امام حنبل یوں کہتے ہیں
اور میں یوں کہتا ہوں۔ کوئی یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ امام شافعی
یوں کہتے ہیں۔ اور میں یوں کہتا ہوں۔ کوئی یہ بھی کہہ سکتا ہے
کہ امام مالک یوں کہتے ہیں۔ اور میں یوں کہتا ہوں
بلکہ میں تو کہتا ہوں۔ کوئی یہ بھی کہہ سکتا ہے۔ کہ
سارے کے سارے امام یوں کہتے ہیں۔ اور میں
یوں کہتا ہوں۔ مگر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ خدا
کا مسیح یوں کہتا ہے۔ اور میں یوں کہتا ہوں۔
کیونکہ اس کو خدا نے امامت پر کھڑا کیا ہے اور
اماموں کو لوگوں نے۔ اور انہوں نے خود دعوے
بھی نہیں کئے۔ کب امام حنبل رح نے کہا ہے۔ کہ
میں امام ہوں۔ کب امام شافعی رح نے کہا ہے۔ کہ
میں امام ہوں۔ کب امام مالک رح نے کہا ہے۔ کہ
میں امام ہوں۔ کب ابو حنیفہ نے کہا ہے۔ کہ
میں امام ہوں۔ ان کے شاگردوں نے انہیں
امام بنایا۔ مگر حضرت مسیح علیہ السلام کی اتفاقی
اور تصرف خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا۔ تم میں سے
کسی نے نہیں دیا۔ اور خدا تعالیٰ دئے ہوئے کو
واپس نہیں لیا کرتا۔ بلکہ قائم رکھتا ہے۔ جب خدا تعالیٰ
نے آپ کو کہا ہے۔ کہ میں تمہارے ذریعہ نور کو قائم
کروں گا تمہیں مٹنے نہیں دوں گا۔ تیری تعلیم کو دنیا
میں قائم کروں گا۔ تو اور کون ہے۔ جو اسے مٹا
سکے۔ پھر فرمایا۔ مجھے خود مجھے قرآن سکھایا۔
اور جسے خدا تعالیٰ قرآن سکھائے۔ اس کے مقابلہ میں
اپنی باتیں کس طرح پیش کی جا سکتی ہیں۔ بس جس
کا اُستاد خدا ہو۔ اس کے مقابلہ میں یہ کہنا کہ
ہماری بات پکی ہے۔ اس سے زیادہ جہالت اور
کیا ہو سکتی ہے۔ اگر خدا تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے متعلق یہ بھی کہتا کہ میں خود اسے سکھاتا
ہوں۔ تب بھی آپ نبی تھے۔ اور آپ کی بات دوسروں پر
فوقیت رکھتی تھی۔ مگر خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ میں نے خود مجھے
قرآن سکھایا پھر آپ زیادہ قرآن کو سمجھ سکتے ہیں یا ہم۔